انسانی اخلاقی اقدار اور فکرِ اقبال

HUMAN MORAL VALUES AND IQBAL THOUGHT

ڈاکٹر محمد یوسف اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو
یونی ورسٹی آف سیالکوٹ

ABSTRACT: Human higher moral values are the basis of man's dignity. The moral values greatly affect the numerous economics, social, political and religious aspect of human life. The nations of the word are engulfed in peacelessness, frustration and calmlessness account of moral depravity. Before nations fall into victim of some great calamity, we must have to pay full attention to overcome moral degradation.

Iqbal is the man of universality. He believes in peace and harmony. His thoughts guide us to determine higher human moral values. The need of the hour is to fully utilize the Iqbal's thoughts.

The article in hand is an effort to highlight human moral values and Iqbal thought.

Key words: Material advancement, Nere wisdom, Eastern and western values, Mutual respect, Harmony between wisdom and love, Global peace

کلیدی الفاظ: مادی ترقی، عقل محض، مشرقی اور مغربی اقدار، احترام باہمی، عقل و عشق کا توازن، عالم گیر امن

کرۂ ارض اس وقت بے یقینی، بے چینی، بے سکونی اور عدم تحفظ کا شکار ہے۔ انسانیت خود انسان کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے جارہی ہے۔ اصلاح احوال کی کوئی کاوش کار گر ثابت نہیں ہو رہی۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق انسانیت بیچ چوراہے کے بے یار و مددگار کھڑی محو حیرت ہے کہ اس کے مستقبل کا کیا ہو گا؟

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی(۱)

جدید ترین ذرائع آمدورفت اور آلاتِ رابطہ (کمیو نیکیشن سسٹم) کے باعث دنیا آئے روز سکڑتی جارہی ہے۔ ''گلوبل ویلج'' کا تصور فروغ پا رہا ہے۔ مختلف براعظموں کے افراد کا ایک دن میں ایک میز پر اکھٹا ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ ویڈیو لنک کے ذریعے دنیا

بھر سے رابطہ چند لمحوں میں ممکن ہے۔ ماضی میں اس قدر جلد رابطہ پڑوسی سے بھی ممکن نہ تھا۔ اقبال کا یہ مصرع اس صورتحال پر صادق آتا ہے:

؎ قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ (۲)

دورِ حاضر میں جتنی تیزی سے ترقی ہو رہی ہے اس سے زیادہ سرعت سے بد امنی کا جِن بے قابو ہوا جا رہا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ اخلاقی انحطاط ہے۔ ماضی میں قومیں ایک دوسرے پر بزورِ شمشیر غلبہ حاصل کر لیتی تھیں۔ غالب قوم مغلوب قوم کے وسائل پر قبضہ جما لیتی اور جب تک اس کی عصبیت کمزور نہ ہوتی مقتدر رہتی۔ دورِ حاضر گلوبلائزیشن (عالمگیریت) کا دور ہے۔ قوموں کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اب یہ ممکن نہیں کہ مغلوب قوم غلام بن جائے۔ برسوں اپنی آزادی کے لیے آواز بلند نہ کرے اور کوئی دوسری قوم اس کی مدد کو نہ آئے۔ مہم جوئی کے باعث سویت یونین کا شیرازہ بکھر گیا۔ امریکہ معاشی بدحالی کے ساتھ ساتھ عدم تحفظ کا بھی شکار ہو گیا۔ آج امریکن خود امریکہ کے اندر بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ اسرائیل کو اپنے قیام سے آج تک حقیقی امن نصیب نہیں ہوا۔

آج دنیا بھر میں مفادات کی جنگ ہو رہی ہے۔ عقل کی حکمرانی ہے، حرص و ہوس کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ قتل و غارت گری ہو رہی ہے اور عالمی ضمیر سو رہا ہے۔ موجودہ صورتحال کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ سارا زور سائنسی تعلیم پر دیا جا رہا ہے اور اخلاقیات کی تعلیم بے توجہی کا شکار ہے۔ گویا یہ سب کچھ غیر متوازن فکر کی بنیاد پر ہو رہا ہے اگر یہی صورتحال یونہی برقرار رہی تو خدشہ ہے کہ اقوامِ عالم کسی بڑے حادثے کا شکار نہ ہو جائیں۔

اقبال عقلِ محض کو برا نہیں گردانتے تاہم ان کے نزدیک عقلِ محض نے انسان کو بہت متاثر کیا ہے (۳)۔ اگر انسان کا مقصد کامیاب زندگی (پرامن، خوشحال اور

باوقار) گزارنا ہے تو پھر اسے جنوں (عشقِ حقیقی) یعنی سچے جزبے سے کام لینا ہو گا۔آپ لکھتے ہیں:

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک (۴)

انسان فطری طور پر انتہا پسند واقع ہوا ہے اس وقت اس پر مادی ترقی کا بھوت سوار ہے اور وہ ترقی کے جوش میں ہوش کو کھو بیٹھا ہے یہی وجہ ہے کہ اخلاقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے مروت کے جزبات کو کچل دیا ہے۔اس صورتحال کو اقبال نے یوں واضح کیا ہے:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات (۵)

جذبہ مروت کے قتل کے بعد اس ماڈرن دور میں حیاتِ انسانی کا جو نظام تشکیل پایا ہے اس سے انسانی نظامِ اخلاق میں بعض منفی اقدار نے جنم لیا ہے۔اس صورتحال کو اقبال کچھ اس طرح سے واضح کرتے ہیں۔

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خودفروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی (۶)

جدید تہذیب کا ظہور فرنگ میں ہوا تو انسانیت اس کی چمک سے مرعوب ہو گئی۔اقبال اس تہذیب کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے (۷)

اقبال کو عقلِ محض کی بدولت فقط مادیت کی بنیاد پر پروان چڑھنے والی اس تہذیب کا مستقبل مخدوش نظر آتا ہے۔ آپ اہلِ فرنگ کو اس حقیت سے یوں آگاہ کرتے ہیں:

؎تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے(۸)

انسان کی فکری نہج کا تعین تعلیمی مدارس کرتے ہیں جدید تہذیب میں جن مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے بظاہر ان مدارس نے انسان کو فکری آزادی فراہم کی ہے تاہم یہ ادارے انسانیت کو کوئی مربوط نظام اخلاق دینے سے قاصر ہیں۔ آپ لکھتے ہیں :

؎مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام(۹)

اقبال کے نزدیک روحانی اور عقلی تعلیم دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ محض عقل کی بنیاد پر قائم کردہ نظام فکر الجھاو تو پیدا کرتا ہے جامع تعلیمات دینے سے عاجز ہے۔ آپ اس صورتحال پہ یوں تبصرہ کرتے ہیں:

؎اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا(۱۰)

شاعر جہاں مغربی اقدار پر نکتہ چینی کرتے ہیں وہاں مشرقی اقدار سے بھی نالاں ہیں۔ اس ضمن آپ میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

؎ ضمیر مغرب ہے تاجرانہ، ضمیر مشرق ہے راہبانہ
وہاں دگرگوں ہے لحظہ لحظہ یہاں بدلتا نہیں زمانہ (۱۱)

آپ کے نزدیک مذکورہ بالا منفی اقدار کی حامل اقوام انسانیت کو امن و شانتی دینے کا عزم لے کر بالعموم ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا ہوتی ہیں۔ان کا مقصود وحدتِ آدم نہیں بلکہ اپنے مفادات کا تحفظ ہے۔وسعتِ نظر کا فقدان ان کی کامیابی کے راستے میں حائلہے۔اقبال کے الفاظ میں:

؎ اِس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم (۱۲)

اقبال انسانیت کی بقا اور فلاح کے لیے مربوط نظامِ فکر رکھنے کا دعٰوی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

؎ عالمِ نوع ہے ابھی پردہ تقدیر میں
مری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب (۱۳)

اقبال کے نظامِ فکر میں فرد اور قوم دونوں کو اہمیت حاصل ہے ہر دو کے اعمال و افعال ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ان کی فلاح اور بقا کا انحصار بھی ایک دوسرے پر ہے۔

بقولِ اقبال

؎ اِفراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا (۱۴)

شاعر کے نزدیک وقت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے مقام کو پہچانے اور ایک دوسرے کا احترام کرے۔ احترام باہمی ہی وہ اعلیٰ اخلاقی قدر ہے جس کی بنیاد پر گلوبل ویلج میں امن وآشتی کا قیام ممکن ہے۔

آدمیت،احترامِ آدمی
باخبر شواز مقامِ آدمی(۱۵)

احترامِ باہمی کی بنیاد محبت پر ہے گویا محبت ہی وہ اخلاقی قدر ہے جس کے باعث انسان،انسانیت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دے کر روحانی مسرت حاصل کرتا ہے۔آپ کے نزدیک انسانوں میں محبت کے فطری جزبات کو ابھار کر ہی عالمگیریت کے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔اقبال محبت کے اوصاف پر کچھ اس طرح سے روشنی ڈالتے ہیں:

محبت ہی سے پائی ہے شفاء بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفیہ کو بیدار قوموں نے(۱۶)

رزق کا حصول انسانی بقا کے لیے ضروری ہے۔انسان فطرتاً حریص واقع ہوا ہے وہ بالعموم قناعت نہیں کرتا۔ حرص وہوس کے لیے اخلاقی اقدار کو پامال کرتا ہے جس کے باعث انسانیت کا امن تہہ و بالا ہوتا رہتا ہے۔

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انسان کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا(۱۷)

کرہ ارض میں وسیع و عریض اراضی ویران پڑی ہے۔جسے قابلِ کاشت بنانا ہے۔آئے روز زمیں میں دفن خزانے دریافت ہو رہے۔ہیں نت نئی ایجادات ہو رہی

ہیں۔ اگر انسان اپنی تمام تر صلاحیتیں اور سرمایہ ان وسائل سے استفادہ حاصل کرنے پر لگائے تو انسانیت کو تباہی و بربادی سے بہت حد بچایا جا سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود (۱۸)

اقبال کے نزدیک اخلاقی اقدار کی پیروی کرتے ہوئے رزقِ حلال بھی کمایا جا سکتا ہے۔ چھینا جھپٹی تو پرندوں کی خصلت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اے طائر لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (۱۹)

گویا اقبال کے نزدیک خدا کی نعمتوں سے استفادہ کرنا اور رزقِ حلال کمانا اعلی اخلاقی اقدار ہیں جن کو فروغ دینا انسانیت کے امن کے لیے بے حد ضروری ہے۔

حق تعالیٰ نے انسان کو شعور کی نعمت سے نوازا ہے۔ وہ اس کی بدولت اخلاقی اقدار کی پاسداری اور پامالی ہر دو امور سرانجام دے سکتا ہے۔ اقبال انسان کو اعلیٰ اخلاقی اقدار پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ انسانیت کا باہمی اعتماد بحال ہو۔ قبل اس کے کہ حرص و ہوس کے باعث انسانیت کو نقصان پہنچے۔ کوشش کی جائے کہ اخوت و محبت کے جزبات پروان چڑھیں اور انسان ایک دوسرے کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔ انھیں پورا یقین ہے کہ اک دن ان شاءاللہ:

شبنم افشانہ مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی (۲۰)

اس بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج کے لیے فکرِ اقبال کا تقاضا ہے کہ انسان کی تعلیم و تربیت میں درج ذیل دو نکات کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

ا۔ کرہ ارض میں انسان ایک قطرہ اور انسانیت ایک قلزم کی مثل ہے۔انسان کو اپنے اعمال و افعال سر انجام دیتے وقت انسانیت کا مفاد مقدم رکھنا چاہیے۔انسانیت کے امن اور فلاح میں انسان کا سکون اور وقار پوشیدہ ہے۔اقبال نے اس نکتہ کو یوں واضح کیا ہے:

؎فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرونِ دریا کچھ نہیں (۲۱)

۲۔اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ کا انحصار عقل و عشق کے توازن پر ہے۔عقلِ محض پر کاربند ہونا یا عشق (جذبِ اندروں/دل) میں عقل کو طاق دینا، ہر دو صورتیں انسان اور انسانیت کے لیے موزوں نہیں۔اس سے فکرِ انسانی اپنا توازن کھو بیٹھتی ہے۔کامیاب زندگی کے حصول کے لیے جوش اور ہوش دونوں سے کام لینا ضروری ہے۔اقبال نے اپنی نظم ''عقل و دل'' میں انسانیت کو یہ عمیق نکتہ درج ذیل الفاظ میں سمجھایا ہے:

؎رازِ ہستی کو تو سمجھتی ہے
اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں
ہے تجھے واسطہ مظاہر سے
اور باطن سے آشنا ہوں میں!(۲۲)

واضح رہے کہ اگر انسانی فکر متوازن نہ ہو گی اور انسان، انسانیت کے لیے کام نہ کرے گا تو پھر قتل و غارت گری ہوتی رہے گی۔فرقہ بندی کی ہوائیں چلتی رہیں گی۔ہرص و ہوس کے طوفان آتے رہیں گے۔ذات پات کا دستور بھی بدستور رہے گا۔سرمایہ داری کے نظام کو بھی دوام ملے گا اور انسانیت کا امن اور وقار مجروح ہوتا رہے گا۔الغرض ہر بداخلاقی، اخلاق کے نام پر روا رہے گی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اقوام عالم حکومتی اور نجی سطح پر اپنے تعلیمی اور تربیتی نظام میں مذکورہ بالا اخلاقی اقدار کو اپنی نئی نسل میں پروان چڑھانا اپنا مقصدِ اولین قرار دے دیں تو توقع ہے کہ ان اداروں سے فارغ التحصیل طلبا وطالبات انسانیت کے لیے رول ماڈل کا کردار ادا کریں گے۔ان کے افکار واعمال سے انسانیت کا ایک بڑا طبقہ ان کا ہم نوا بن سکتا ہے۔دکھی انسانیت کے لیے ہونے والا کام فنزوں تر ہو سکتا ہے۔بین الاقوامی موثر میڈیا مہم کے باعث اخلاقی دباواس قدر بڑھ جانے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے کہ جارح حکومتیں جارحیت کے ارتکاب کی جراءت نہ کر پائیں اور موجودہ بین الاقوامی مسائل کو مفادات کی بجائے اخلاقی پیمانوں سے حل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔اور انسانیت کو مکمل تباہی سے بچایا جا سکے۔

بالغرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ افکارِ اقبال کی بنیاد پر عالمگیر امن کا حصول ہنوز دیوانے کا خواب ہے تو بجا سہی۔تاہم اگر انسانیت مثبت سمت قدم بڑھانا شروع کر دے اور راستے کے کچھ خار ہی کم ہونا شروع ہو جائیں تو یہ بھی کیا کم ہے۔

حوالہ جات

۱۔کلیاتِ اقبال (اردو):اقبال اکادمی لاہور،۲۰۰۶ء ص:۲۲۲

۲۔ایضاً ص:۲۰۹

۳۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ :(مترجم)سیّد نزیر نیازی، بزم اقبال لاہور،۱۹۵۸ء، ص:۲۷۶

۴۔کلیاتِ اقبال (اردو):اقبال اکادمی لاہور،۲۰۰۶ء ص:۳۹۴

۵۔ایضاً ص:۴۳۵

۶۔ایضاً ص: ۲۵۳

۷۔ایضاً ص: ۳۰۵

۸۔ایضاً ص: ۳۰۵

۹۔ایضاً ص: ۵۹۵

۱۰۔ایضاً ص: ۵۸۳

۱۱۔ایضاً ص: ۷۴۹

۱۲۔ایضاً ص: ۵۷۰

۱۳۔ایضاً ص: ۴۲۷

۱۴۔ایضاً ص: ۷۱۳

۱۵۔کلیاتِ اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص: ۷۹۳

۱۶۔کلیاتِ اقبال (اردو): اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۰۳، ۱۰۲

۱۷۔ایضاً ص: ۳۰۴

۱۸۔ایضاً، ص: ۴۵۷

۱۹۔ایضاً ص: ۳۸۵

۲۰۔ایضاً ص: ۲۲۲

۲۱۔ایضاً ص: ۲۱۷

۲۲۔ایضاً ص: ۷۳